فقہی اختلاف-امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کا تقابلی مطالعہ

سعید احمد*

محمد اعجاز**

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) اور شاہ ولی اللہؒ (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) اپنے دور اور ممالک کی قد آور، نامور، سر بر آوردہ، علمی، فکری، روحانی اور مجددانہ صلاحیت کی حامل شخصیات ہیں۔ ہر دو رجالِ کار نے اپنے دور کے تقاضوں کے پیش نظر عملی اقدامات کیے، ذیل میں فقہی اختلاف سے متعلق مختلف زاویوں کے حوالہ سے مذکورہ بالا ہر دو شخصیات کے نظریات کے تناظر میں تقابلی مطالعہ دیا جا رہا ہے۔

۱-شریعت وطریقت کی جامعیت:

امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ بالغ نظر، عالمِ شرع ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ کشف عارفِ طریقت بھی تھے۔ ہر دو حضرات کی شخصیتیں شریعت وطریقت کی جامعیت کی بہترین مثال ہیں۔

۱- امام شعرانی کے تبحر علمی، بالغ نظری اور طریقت کے عرفان کے حوالے سے جب ہم اُن کے احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو مندرجہ ذیل اُمور مترشح ہوتے ہیں:

آپ نے اپنے دور کے متداول ہر علم وفن کی اُمہات الکتب نہ صرف پڑھیں بلکہ اُن میں سے اکثر کے متون آپ کو قرآن کریم کی طرح حفظ تھے اور ان کے متشابہات تک بھی از بر تھے۔(۱) آپ نے مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) کی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا اور اُن میں سے پہلے وہ مسائل الگ کیے جن پر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا اتفاق ہے پھر وہ مسائل، جن پر ائمہ ثلاثہ متفق ہیں اور آپ نے یہ سب اس لیے کیا تا کہ عملی طور پر ان اوامر کا امتثال اور ممنوعات ونواہی سے اجتناب کیا جائے جن پر ائمہ اربعہ یا کم از کم ائمہ ثلاثہ (مذکورہ بالا ائمہ اربعہ میں سے کوئی تین) متفق ہوں۔ فرماتے ہیں:

"مطالعتی لکتب ائمة المذاهب الثلاثة زيادة على مذهبي، و ذلک لما تبحرت فی مذهب الامام الشافعي رضی الله عنه و ارضاه احتجت الى معرفة المسائل المجمع عليها بين الائمة او التی اتفق عليها ثلاثة منهم، و ذلک له جتنب العمل بما منعوه و امتثل امرهم فيما امرونا به، و ان لم يکن مذهبي فاعمل بما اجمعوا عليه او اتفق عليه ثلاثة منهم على وجه الاعتناء والتاکيد اکثر مما انفرد به واحد او اثنان، لان ما اجمعوا عليه ملحق بنصوص الشارع صلى الله عليه وسلم" (۲)

''میں نے اپنے مذہب (شافعی) کے علاوہ باقی تینوں مذاہب کی کتب کا مطالعہ کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب مجھے مذہب شافعی میں تبحر حاصل ہو گیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ ان مسائل سے واقفیت حاصل کروں جن پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے یا

*چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، گریژن یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

کم از کم ائمہ ثلاثہ کا۔ تا کہ مجھے ان کیا وامر کا امتثال اور ممنوعات سے اجتناب نصیب ہو اور حسب طاقت میرا ہر عمل ان کے ارشادات کے موافق ہو اور میرے کسی فعل میں ائمہ کی مخالفت لازم نہ آئے کیونکہ جن اُمور پر ائمہ فقہ کا اجماع ہوگا وہ نصوص شارع سے ملحق ہوگا۔''

آپ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

''اور منجملہ اُن انعامات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیے (ایک یہ ہے) کہ جب ائمہ مجتہدین کے مذاہبِ فقہ میں مجھے تبحر حاصل ہو گیا تو اُن جملہ مذاہب فقہ کی توجیہات اور تقاریر اس طرح کرتا تھا کہ توجیہ وتقریر کے وقت اُن مجتہدین میں سے ایک سمجھا جاتا تھا اور اگر کوئی حنفی مذہب کی توجیہ وتقریر کرتے وقت آتا تو مجھے حنفی سمجھتا۔ اسی طرح مذہب حنبلی کی تقریر کے وقت حنبلی اور مذہب مالکی کی توجیہ وتوضیح کے وقت مجھے مالکی سمجھا جاتا۔ حالانکہ میں امام شافعیؒ کا مقلد ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جمیع ائمہ مجتہدین کے اقوال کے مناشی اور اُصول سے پورے طور پر واقف ہو گیا ہوں اور ان کے تمام دلائل کا احاطہ کر لیا ہے۔''(۳)

امام شعرانی کی جملہ تصانیف پر محض سرسری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شریعت وطریقت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ دونوں ہی سے دینِ اسلام کا تانا بانا ہے۔ مثلاً ''المیزان الکبریٰ'' جو خالصتاً فقہی اُمور و مسائل اور اُن کے مابین تطبیق وتوافق سے متعلق ہے، میں بھی شریعت وطریقت کی جامعیت نمایاں ہے۔ خصوصی طور پر اس کے ''مقدمہ'' میں آپ فرماتے ہیں کہ مذاہبِ فقہ دریائے رسالت مآبؐ سے نکلنے والی نہریں ہیں اور یہ کہ مذاہبِ فقہ، شریعت سے اس طرح متصل ہیں جس طرح ہتھیلی سے انگلیاں یا تیر سے اُس کا سایہ متصل ہوتا ہے(۴) اور یہ کہ ائمہ مجتہدین کا کوئی بھی قول شریعتِ مطہرہ سے باہر نہیں ہے بلکہ شرع کے دو پہلوؤں؛ رخصت وعزیمت میں سے کسی نہ کسی پر ضرور منطبق ہوتا ہے، اور ائمہ مجتہدین کے جملہ دلائل و براہین قرآن وسنت سے ہی ماخوذ ومستفاد ہیں۔(۵)

امام شعرانیؒ نے صرف علومِ متداولہ میں ہی میں تبحر حاصل نہ کیا بلکہ انھیں مشکاۃِ نبوت سے بھی استفادہ واستفاضہ کے مواقع نصیب ہوئے۔ صحیح بخاری کا درس براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے لیا(۶) اور قربِ رسالت اتنا حاصل تھا کہ اکثر اوقات آپ کے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے درمیان فاصلے سمٹ جاتے اور آپ مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ نبی رحمت ﷺ کے مزار پُر انوار پر رکھ دیتے تھے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض گذار ہوتے جیسے پاس بیٹھے شخص کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔(۷) اور اگر کوئی ایسا امر درپیش آتا جس کے موافقِ شرع ہونے یا نہ ہونے کا تردد ہوتا تو براہِ راست بارگاہِ نبوتؐ سے استفسار و مشاورت کے بعد اُسے عملی جامہ پہناتے۔(۸)

۲- شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم وتربیت میں اُن کے والدین کریمین کے نمایاں اثرات نظر آتے ہیں آپ کے والدِ ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں شریعت اور طریقت کے جامع تھے۔ شاہ محمد عاشق پھلتی، شاہ صاحب کی والدۂ ماجدہ کے ''جامع شریعت و طریقت'' ہونے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''والدۂ شریفہ شاں بعلمِ شریعت از تفسیر وحدیث عالمہ و بآداب طریقت متادبہ و باسرار حقیقت عارفہ و بمصداقِ اسم خود

''فخر النساء' بودند۔''(۹)

''شاہ صاحب کی والدہ شریفہ علوم شریعت میں سے تفسیر و حدیث کی عالمہ، آدابِ طریقت سے آراستہ اور اسرارِ حقیقت کی عارفہ تھیں اور وہ اپنے نام ''فخر النساء'' کا صحیح مصداق تھیں۔''

شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ نے متداول نصاب سے ہٹ کر بھی کئی کتب پڑھائیں اور بہت سی کتب متداولہ کو ترک بھی کرا دیا اور خصوصاً قرآن فہمی کا در تو شاہ عبدالرحیمؒ کے درس قرآن سے وا ہوا جسے شاہ ولی اللہ نے ''نعمتِ عظیم'' قرار دیا ہے اور شکر خداوندی بجا لائے ہیں۔(۱۰) والدِ ماجد کے وصال کے بعد بارہ سال تک دینی و عقلی علوم کی تدریس کے دوران ہر علم میں غور و خوض اور اشتغال کا موقع ملا(۱۱) اور حرمین شریفین کے قیام کے دوران جب انعاماتِ الٰہیہ اور فیوضاتِ نبویہ کا نزول و حصول ہوا اور متعدد اصحابِ شریعت و طریقت سے استفادہ کے مواقع نصیب ہوئے تو یہ ''شریعت و طریقت کی جامعیت'' نکتۂ عروج کو چھونے لگی۔(جس کی تفصیل ''فیوض الحرمین'' کے مشاہد کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتی ہے)اور سفرِ حج کے لیے جو غیبی اشارات ہوئے اور اس دوران کن انعامات و فیوضات سے نوازا جاتا تھا؟ اس کا اندازہ شاہ اہل اللہ کے نام لکھے گئے دو مکاتیب سے ہوتا ہے۔(۱۲) شاہ صاحب نے بارگاہِ رسالت سے استفادہ کے احوال کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"سلكنى رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه و ربانى بيده فانا اويسيه و تلميذه بلا واسطة بينى و بينهٗ ذلک انه ارانى روحه المكرّمة فعرفنى بها اذ معرفة المفيض قبل الافاضة فعندى روحهٗ اعرف الاشياء حتى المحسوسات ثم كان اول تسليكه انه افاض على تجلياً من تجليات الحق وهو الذى برّزبرزة مثالية بوجوده فقبلت هذا التجلى بجوهر روحى واستغرقت فيه و فنيت ثم تحققت به و بقيت ثم افاض ثانيا تجلياً آخر هو اصل هذه البرزة المذكورة وهى نقطة فردة حذو افعال الحق فى العالم و اصل تدبيراته فيه فقبلت ايضاً و فنيت فيه و بقيت به ثم افاض ثالثا نقطة الذات مع لون من الجبروت فقبلتها و فنيت و بقيت ثم افاض رابعاً نقطة منعقدة فى الروحانيات بها اندراج النهاية فى البداية فقبلتها و فنيت و بقيت ثم عرّف خامساً نقطة من احوال النسمة و كيفياتها محاذية لتلك النقطة الروحانية كانها هى ففطنت ان امكن منها قوى على التاثير فى التلميذ" (۱۳)

''رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس مجھے سلوک کے راستے پر چلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں میں میری تربیت فرمائی چنانچہ آپ ﷺ کا اویسی اور براہِ راست شاگرد ہوں اور اس معاملے میں میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔اور یہ اس طرح ہوا کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنی روح مکرمہ کے دیدار سے شرف یاب فرمایا اور اُس کی مجھے معرفت بخشی کیونکہ کسب فیض کرنے سے پہلے فیض کرنے والے کی ذات کو جاننا ضروری ہے۔اس ضمن میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روحِ مبارکہ تو محسوسات تک سے بھی خوب واقف ہے۔اس کے بعد میرے سلوک کا سلسلہ شروع ہوا۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے مجھ پر تجلیات حق تعالیٰ میں سے ایک تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ وہی تجلی تھی جو آپ ﷺ کے وجودِ اقدس کے ساتھ ساتھ مثالی مظہر میں ظہور پذیر ہوئی چنانچہ میں نے اس تجلی کو اپنی روح کے جوہر میں

لے لیا اور میں اس میں محو ہو گیا اور مجھے اس میں درجہ فناء حاصل ہوا اور اُس تجلی میں فنا ہونے کے بعد مقامِ بقا سے سرفراز ہوا۔ دوسری بار آپ ﷺ نے مجھ پر ایک اور تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ تجلی مذکورہ بالا مثالی مظہر کا اصل تھی اور اس کی حقیقت گویا ایک نقطۂ فرد کی سی ہے جو اس دنیا میں ذاتِ حق کے جملہ اُمور اور تدبیروں کی اصل ہے میں نے اس تجلی کو بھی پہلی تجلی کی طرح اپنے اندر جذب کر لیا اور میں اس میں فنا ہو گیا اور اس میں فنا ہونے کے بعد میں نے پھر مقامِ بقا حاصل کر لیا۔ آپ نے تیسری بار ایک اور تجلی کا مجھ پر فیضان فرمایا اور یہ تجلی نقطۂ ذات سے عبارت تھی جس میں جبروت کے رنگ کی بھی آمیزش تھی میں نے اس تجلی کو بھی جذب کر لیا اور اس میں بھی فنا ہو کر بقا حاصل کر لی۔ آپ ﷺ نے چوتھی بار ایک اور تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ فیضان ایک نقطے کا تھا جو روحانیات میں متنقر و انعقاد ہے اور اسی سے ''اندراج النہایۃ فی البدایۃ'' حاصل ہوتا ہے میں نے اسے بھی قبول کر لیا اور اس میں فنا ہونے کے بعد درجۂ بقا حاصل کر لیا۔ پانچویں بار آپ ﷺ نے نسمہ کے احوال و کیفیات میں سے ایک نقطے کی معرفت عطا کی جو مذکورہ بالا نقطہ کے مقابل ہے اور نسمہ کا یہ نقطہ بالکل نقطۂ روحانیت کی طرف ہے اس ضمن میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص نسمہ کے اس نقطے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ اپنے تلامذہ پر طاقتور طریقے سے تاثیر ڈال سکتا ہے۔''

شاہ صاحب کو جو سلوک کا اسلوب اور قالب عطا ہوا، اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اعطانی اللہ سبحانہ شبحاً من طریقہ وفی السلوک بواسطۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشرت اعطاء روحہ الکریمۃ واطلعنی علی حقیقۃ ھذا الشیء الذی اعطانی فعرفتھا حق معرفتھا و عرفت انہ شبح منھا لا عینھا'' (۱۴)

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے سلوک میں اپنے طریق کا ایک قالب مجھے عطا فرمایا۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی روحِ اقدس سے براہِ راست استفادہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز مجھے عطا فرمائی تھی اس کی حقیقت سے بھی مجھے مطلع کیا اور میں نے اُس چیز کو، جہاں تک سمجھنے کا حق تھا، سمجھ لیا اور اس ضمن میں مجھے اس کی معرفت بھی عطا فرمائی کہ جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے یہ اُس حقیقت کا صرف قالب ہے، یہ خود بنفسہ حقیقت نہیں۔''

شاہ صاحب بارگاہِ نبوی ﷺ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں جب بھی آپ کی قبر انور کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو حاضر و ظاہر پایا اور جو بھی میرے خیالات و اشکالات تھے اُن کو آپ ﷺ نے رفع فرمایا اور مجھے انوار و تجلیات سے شرف یاب فرمایا۔ (۱۵)

۲-ائمۂ مجتہدین اور اُن کے مذاہبِ فقہ کے بارے میں نقطۂ نظر:

امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ ہر دو شخصیات نے ائمۂ مجتہدین کے علوِ مرتبت، اجتہادی و استنباطی صلاحیت اور ورع و تقویٰ اور اُن کے مذاہبِ فقہ کے حوالے سے انھیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے مثلاً:

۱-امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

''حضرات ائمہ مجتہدین اور علماء مقلدین رسول اللہ ﷺ ہی کے قدم بقدم چلے ہیں، چنانچہ جس امر یا نہی میں آپؐ نے

تشدید فرمائی ہے اس میں انھوں نے بھی سختی کی اور جس امر یا نہی میں رسول اللہ ﷺ نے نرمی فرمائی ہے انھوں نے بھی نرمی اختیار کی ہے۔ جو کچھ میں نے اس کتاب (المیزان الکبریٰ) میں بیان کیا ہے وہ قابل یقین ہے اگرچہ وہ نادر اور مذاقِ زمانہ کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ یہ اللہ والوں کا علم ہے اور ائمہ مجتہدین کے ساتھ ادب کی رہنمائی کرتا ہے۔" (۱۶)

اور یہ کہ:

"اسی طرح ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی تناقض سے مبرا ہیں کیونکہ ائمہ مجتہدین کے مقام و مرتبہ کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ ان کا مستنبط کردہ کوئی بھی حکم، قرآن یا سنت یا دونوں سے اخذ کردہ ہے، کسی بھی مقلد کا جہل جو ائمہ مجتہدین کے مواضعِ استنباط سے ناواقف ہے، رکاوٹ نہیں بن سکتا، اور جو شخص کسی جگہ بھی احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماء کے مابین تناقض کو دور نہیں کر سکتا تو یہ اس کی کوتاہ نظری ہے اگر وہ ان دلائل سے آگاہ ہوتا جن پر مجتہدین کے اقوال کا دارومدار ہے تو وہ ہر حدیث اور ہر قول کو شریعت کے دونوں مرتبوں (تشدید و تخفیف) میں سے ایک ایک مرتبہ پر محمول کر لیتا۔" (۱۷)

امام شعرانیؒ اپنے شیخ حضرت علی خواصؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"علماء شرع نے طالب علم کو ایک معین مذہب اور علماء حقیقت نے مرید کو ایک ہی شیخ کی پیروی کا حکم محض اس وجہ سے دیا ہے تاکہ مقصود کا راستہ قریب ہو جائے کیونکہ سرچشمۂ شریعت یا بارگاہ الٰہی کے دربار معرفت کی مثال ہتھیلی کی سی ہے اور مجتہدین کے مذاہب اور طرق مشائخ کی مثال انگلیوں کی سی ہے اور کسی مذہب یا کسی شیخ کے طریق پر عمل پیرا ہونے کے زمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے انگلیوں کے پوروں کی گرہیں۔ اس شخص کے لیے جو ہتھیلی تک پہنچنا چاہتا ہو لیکن اسے انگلیوں کے پوروں سے گزر کر آنا ہوگا کیونکہ انگشت کی ہر گرہ چشمہ شریعت یا چشمۂ معرفت کے ایک تہائی راستہ کی ہے اس لیے کہ ہر انگشت میں تین گرہیں ہیں ان کے بعد مطلوب و مقصود یعنی ہتھیلی ہے۔" (۱۸)

فقہی مذاہب کے دلائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"میں نے بحمد اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ فقہ کے مذاہب کے ادلہ کا مطالعہ کیا ہے خصوصی طور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے دلائل کا۔ بلاشبہ میں نے ان میں بہت زیادہ غور و فکر کیا ہے اور اس حوالہ سے امام زیلعی کی کتاب (نصب الرایۃ) کا مطالعہ کیا ہے جس میں انھوں نے کتاب الھدایۃ میں آنے والی احادیث کی تخریج کی ہے اس کے علاوہ مزید کتب شروح بھی میری نظر سے گزری ہیں تو میں نے آپ اور آپ کے اصحاب کے دلائل کو حدیث صحیح، حدیث حسن یا حدیث ضعیف کے درمیان پایا جو طرق کے کثیر ہونے کی وجہ سے صحیح الاحتجاج (قابل حجت) ہونے میں حدیث حسن کے ساتھ لاحق ہے یا حدیث صحیح کے ہم پلہ ہے جو تین طرق سے لے کر دس طرق تک روایت ہوئی ہے۔ اور جمہور محدثین نے طرق کثیر والی ضعیف حدیث کو قابل حجت ہونے میں کبھی حدیث صحیح کے ساتھ ملحق کیا ہے کبھی حدیث حسن کے ساتھ۔ حدیث ضعیف کی یہ قسم امام بیہقی کی "السنن الکبریٰ" میں بکثرت پائی جاتی ہے، جسے انھوں نے اس مقصد کے لیے تالیف کیا ہے کہ اس میں تمام ائمہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کو قابل حجت قرار دیا جا سکے۔ پس جب وہ حدیث صحیح یا حسن نہیں پاتے تو وہ اسی ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اسے چند طرق سے روایت کرنا کافی سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان طرق روایت میں سے بعض طرق بعض کو تقویت دیتے ہیں۔

اگر امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے ادلہ اور اقوال کو ضعیف مان بھی لیا جائے تو یہ کچھ ان کی خصوصیت نہیں بلکہ اس بارے میں تمام ائمہ، امام ابوحنیفہ کے شریک ہیں۔ قابل ملامت تو وہ شخص ہے جو ایک ہی طریق سے روایت کردہ حدیث واہی سے استدلال کرے۔ اس قسم کی حدیث ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی دلیل میں نہیں ملے گی۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی بھی امام حدیث ضعیف کو اسی وقت دلیل بناتا ہے جب اس کے طرق روایت کثیر ہوں اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ امام ابوحنیفہ ودیگر کی طرف سے جو جواب بھی دوں گا وہ محض سینہ کی صفائی اور ان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر نہ دوں گا بلکہ آپ اور آپ کے اصحاب کے اقوال کے دلائل کی اچھی طرح تفتیش اور تتبع کر لینے کے بعد لکھوں گا۔ اس حوالے سے میری کتاب ''المنہج المبین فی بیان ادلہ المجتہدین'' اس موضوع پر حاوی ہے کیونکہ میں نے اس میں تمام مذاہب کے، خواہ مستعملہ ہوں یا متروکہ، دلائل جمع کیے ہیں۔''(۱۹)

فروع دین میں ائمہ مجتہدین کے مابین اختلاف کے مستحسن ہونے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''پروردگار عالم نے ہر نفع بخش چیز کو مطلقاً نافع بنایا ہے نہ ہر مضرت رساں شے کو مطلقاً مضر بنایا ہے بلکہ ایک چیز کسی کے لیے مفید ہے تو وہی چیز کسی کے لیے نقصان دہ بھی ہے اور اسی طرح اس کے برعکس یہاں تک کہ ایک چیز ایک وقت میں اس کے لیے نفع بخش ہے تو دوسرے وقت میں اس کے لیے نقصان دہ ہے جس کا مشاہدہ ہر قسم کی ظاہری اور باطنی اشیاء میں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے بھید ہماری فکر نارسا کی دسترس میں نہیں ہیں۔ مگر جس پر صاحبِ اسرار پروردگار ظاہر فرما دے تو الگ بات ہے۔ اسی طرف ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائی کرتا ہے:

''كلّ ميسّر لَما خُلِقَ لَه'' (۲۰)

''ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی، جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سعادت مند کو ہمیشہ کے لیے مکلف بنا کر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا اور یہ کہ فروع دین میں اس امت کے مجتہدین کا اختلاف انجامِ کار محمود اور زیادہ ہدایت کا باعث ہے اور ہمیں عبث تخلیق نہیں فرمایا اور ہمیں مختلف احکام کا فضول مکلف نہیں بنایا۔ بلکہ جب کوئی مکلف امورِ دینیہ میں سے کسی امر کو کسی رسول یا کسی امام کے فرمان کی وجہ سے عبادت سمجھ کر بجالاتا ہے تو اس کے شایانِ شان ازلی مراتبِ سعادت میں سے مرتبۂ سعادت حاصل ہوتا ہے۔ اور جب کوئی ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کے فرمان کو چھوڑ کر کسی دوسرے امامِ مجتہد کے فرمان پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسے اس کے شایان شان مرتبۂ عطا فرماتا ہے جو پہلے امام کی پیروی میں ممکن نہ تھا۔ یہ محض اس پروردگار کی طرف سے نیکوکار لوگوں پر رحمت اور ان کے لیے دین ودنیا میں رعایت کا باعث ہے۔ جس طرح طبیب اپنے پیارے مریض کو اس کی صحت کے لیے بدل بدل کر نسخے تجویز کرتا ہے۔''(۲۱)

سخت مجاہدوں اور عبادت وریاضتِ شاقہ کے بعد جب امام شعرانیؒ کے بلند مراتب طے ہوگئے تو:

''اس وقت انھوں نے شریعتِ مطہرہ کے اس سرچشمہ کو دیکھا جہاں سے ہر عالم کا قول نکلا ہے اور ہر عالم کے لیے وہاں ایک ایک نہر بنی ہوئی ہے تب مجھ کو کامل یقین ہوا کہ علماء مجتہدین کے جملہ اقوال شریعت ہی شریعت ہیں اور ہر مجتہد حق کو پہنچنے والا ہے اور کوئی مذہب شریعت سے بہ نسبت دوسرے مذہب کے قریب نہیں ہے ... اور منجملہ ان بہت سی نہروں کے

جو میں نے شریعت کے سرچشمہ سے نکلتی دیکھی ہیں، ان تمام مجتہدین کی نہریں بھی ہیں جن کے مذاہب پرانے ہو گئے ہیں مگر وہ خشک ہو کر پتھر بن گئی ہیں اور سوائے مذاہبِ اربعہ کی چار نہروں کے اور کوئی نہر جاری نہیں ہے اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ مذاہبِ اربعہ قیامت تک باقی رہیں گے اور ائمہ اربعہ میں سے سب سے لمبی نہر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی دیکھی پھر اس کے قریب قریب امام احمد بن حنبلؒ کی اور سب سے چھوٹی نہر حضرت امام داؤد کے مذہب کی پائی جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے اس کی میں نے یہ توجیہ کی کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل رہا اور امام داؤد کے مذہب پر عمل تھوڑا زمانہ رہا۔ نیز جس طرح امام اعظم کے مذہب کی بنیاد مذاہب مدوّنہ سے پہلے قائم ہوئی اسی طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا اور اہل کشف کا بھی یہی نظریہ ہے...(۲۲) تو اب تمام مذاہب میرے نزدیک شریعت کے دریا سے اس طرح متصل ہیں جس طرح انگلیاں ہتھیلی سے اور سایہ تیر سے متصل ہوتا ہے اور میں اپنے پرانے نکتۂ نظر سے رجوع کرتا ہوں جس سے میں اپنے مذہب کو دوسروں پر ترجیح دیتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ حق تک پہنچنے والا امام صرف ایک ہے اگرچہ وہ بھی معین نہیں ہے اور اس نعمت کے ملنے پر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔"(۲۳)

ائمۂ مجتہدین کے اقوال اور اجتہادات کے مآخذ اور ان کے مابین فروعی اختلافات کے حوالے سے کہتے ہیں:

"ائمہ مجتہدین کا اختلاف، درحقیقت صحابہ کرام کے اختلاف رائے سے ماخوذ ہے کیونکہ ہر مجتہد نے صحابہ کرام کا راستہ اختیار کیا ہے:

"ومعلومٌ ان المجتهدين على مدرجة الصحابة سلكوا فلاتجد مجتهداً الا وسلسلته متصلة بصحابى قال بقوله او بجماعة منهم" (۲۴)

"اور یہ امر معلوم ہے کہ ائمہ مجتہدین نے صحابہ کرام کا راستہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کسی مجتہد کو نہ پاؤ گے کہ اس کا سلسلہ کسی صحابی کے قول یا جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے متصل نہ ہو۔"

امام شعرانیؒ نے یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ ائمۂ مجتہدین کا کوئی قول بھی ایسا نہیں ہے جو شریعت کے اُصول میں سے کسی اصل کی طرف منسوب نہ ہو:

"علماء کے اقوال میں سے کوئی قول ایسا نہیں ہے جو شریعت کے اصول میں سے کسی نہ کسی اصل کی طرف منسوب نہ ہو کیونکہ جو بھی غور و تامل کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ ہر قول کسی آیت سے ماخوذ ہے یا کسی حدیث سے، کسی اثر سے ماخوذ ہے یا قاعدہ صحیحہ کے مطابق قیاس صحیح سے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض اقوال تو ایسے ہیں جو صریح آیات، صریح احادیث یا صریح آثار سے ماخوذ ہیں اور بعض اقوال ان کے مطالب اور مفاہیم سے ماخوذ ہیں، جو آیات و احادیث سے سمجھے جاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اقوال تو چشمۂ شریعت سے قریب ہیں اور بعض قریب تر، اسی طرح بعض اقوال چشمۂ شریعت سے بعید ہیں تو بعض بعید تر، مگر تمام کا مرجع شریعت مطہرہ ہے کیونکہ وہ تمام اقوال نور شریعت سے مقتبس ہیں۔"(۲۵)

اور آخر میں ائمۂ مجتہدین کے اختلافات کو شرائع سابقہ کے اختلاف سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ما من قول من اقوال المذاهب المستعملة و المندرسة الّا وقد كان شرعاً لنبى تقدم فاراد الحق تعالىٰ

بفضله و رحمته ان يجعل لهذه الامة نصيباً من العمل ببعض تشريع الانبياء ليحصل لهم بعض الاجر الذى كان يحصل العاملين بنحو ما عملوا به من شرائع الانبياء خصوصية لهذه الامة من حيث ان شريعة نبيهم صلى الله عليه وسلم حاوية لمجموع احكام الشرائع المتقدمة'' (۲۶)

''مذاہب مستعملہ یا مذاہب متروکہ میں سے کوئی قول ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی گزشتہ نبی کی شریعت میں داخل نہ رہ چکا ہو تو حق تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنے فضل و رحمت سے اس امت کو پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے بعض احکام پر بھی عمل کرنا نصیب فرمائے تاکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعتوں پر عمل کرنے کا اجر وثواب سابقہ امم کی طرح اس امت کو بھی حاصل ہو جائے اس حیثیت سے کہ ان کے نبی ﷺ کی شریعت، تمام گزشتہ شریعتوں کے احکام کی جامع اور حاوی ہے۔''

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ امام عبدالوہاب شعرانی ائمہ مجتہدین کے فقہی اختلافات کو نہ صرف مستحسن سمجھتے ہیں بلکہ انھیں نور شریعت سے مقتبس شعاعیں قرار دیتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ ائمہ فقہ کے اختلافات میں سابقہ شرائع کے بعض احکام پر عمل کرنے کا اجر وثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے نیز یہ اقوال اصولِ شریعت میں سے کسی نہ کسی اصل سے یا اس کے مفاہیم سے ماخوذ ہیں۔

ائمۂ فقہ کے مابین فقہی فروعی اختلافات کو اُمت کے حق میں رحمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور یہ کہ ائمہ مجتہدین کا اختلاف اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے، جو علیم وحکیم پروردگار کی تدبیر سے وجود پذیر ہوا ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے کہ اس بندۂ مومن کی بدنی، دینی اور دنیوی مصلحت کس میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں پر لطف فرماتے ہوئے اُن کے لیے پیدا کی ہے۔ کیونکہ وہ کائنات کی تکوین سے پہلے ہی تمام احوال کا عالم ہے۔ پس کامل مومن اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ازل سے اس بات کا علم نہ ہوتا کہ اُس کے اہلِ ایمان بندوں کے لیے ان مذاہبِ فقہ پر منقسم کرنے میں ہی زیادہ مصلحت ہے تو نہ تو ان مذاہبِ فقہ کو پیدا کرتا اور نہ ہی انھیں ان پر باقی رکھتا بلکہ ان سب کو ایک ہی طریقے کا پابند کر دیتا جس کے علاوہ کسی اور طریقے کی طرف عدول جائز نہ ہوتا۔ جیسا کہ اُصولِ دین میں اختلاف (اور ان سے عدول) کو حرام قرار دیا ہے۔'' (۲۷)

۲- امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی طرح شاہ ولی اللہؒ بھی چونکہ نابغۂ روزگارِ عالم، صاحب کشف عارف اور بارگاہ نبوی ﷺ کے قرب سے بہرہ ور شخصیت ہیں۔ شاہ صاحب کی جامعیت وآفاقیت، توازن واعتدال، فکر کی گہرائی اور رسائی اور آدم گری وافراد سازی کی نظیر کم از کم برصغیر کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب نے مذاہبِ اربعہ اور اُن کے بانیان کو نہایت پُر زور کلمات کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا ہے، مثلاً:

امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اُن کا مرتبہ اجتہاد واستنباط کے سلسلہ میں بہت بلند تھا اور آپ تخریجات میں بڑے دقیق النظر تھے۔'' (۲۸)

امام مالک کی شہرۂ آفاق تصنیف ''مؤطا'' اُن کے نزدیک قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے (۲۹) یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کی عربی وفارسی شروحات لکھیں۔

امام شافعیؒ کے مذہب فقہ کو مذاہبِ اربعہ میں سب سے زیادہ سنت کے قریب قرار دیا ہے۔ (۳۰)

جب کہ امام احمد بن حنبل کو فقہائے محدثین میں سب سے عالی مرتبہ، وسیع الروایۃ، حدیث سے باخبر اور تفقہ میں عمیق النظر قرار دیتے ہیں۔(۳۱)

شاہ صاحب کے نزدیک جملہ مذاہبِ فقہ یکساں مقام کے حامل ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔شاہ صاحب جب بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو اپنا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدینہ منورہ پہنچنے کے تیسرے دن کے بعد پھر میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا اُس سے مجھے بھی مستفید فرمائیے۔میں خیر و برکت کی اُمید لے کر آپ کے حضور میں آیا ہوں اور آپ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں سمجھا کہ گویا آپ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے۔اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور آپ میرے سامنے جلوہ افروز ہوئے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا... اس حالت میں، مَیں نے اس بارے میں سوچ بچار کی اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ ﷺ مذاہب فقہ میں سے کس خاص مذہب کی طرف رجحان رکھتے ہیں تاکہ میں فقہ کے اُس مذہب کی اطاعت کروں اور اس کو مضبوطی سے پکڑوں میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے نزدیک فقہ کے یہ سارے کے سارے مذاہب یکساں ہیں اور اس حالت میں جس میں کہ آپ ﷺ اس وقت ہیں آپ ﷺ کی روح کے لیے مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ مذاہب فقہ کے بارے میں ان فروعات میں پڑے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح کے جوہر میں تو ان تمام فقہی فروعات کا جو بنیادی علم ہے، وہ موجود ہے اور اس بنیادی علم سے مراد یہ ہے کہ نفوسِ انسانی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی اُس عنایت اور اہتمام کو جان لیا جائے جس کے پیش نظر انسانوں کے اخلاق و اعمال اور اُن کی اصلاح ہے۔الغرض فقہ کے تمام قوانین کی اصل بنیاد تو یہ عنایتِ الٰہی ہے اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ بدلتا ہے اُسی کے مطابق اس اصل سے نئی نئی شاخیں اور الگ الگ صورتیں بنتی چلی جاتی ہیں۔چونکہ رسول اللہ ﷺ کی روح کے اصل جوہر میں فقہ کا یہ بنیادی علم موجود ہے، اس لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک فقہ کے سارے مذاہب برابر ہوں اور آپ ﷺ کی نظر میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہ ہو۔دراصل بات یہ ہے کہ مذاہبِ فقہ اگرچہ باہم دیگر مختلف ہیں لیکن جہاں تک فقہ کے ضمن میں دینِ اسلام کے ضروری اصول و مبادی کا تعلق ہے مذاہب فقہ میں سے ہر مذہب میں وہ موجود ہیں مزید برآں اگر کوئی شخص فقہ کے ان مذاہب میں کسی مذہب کا بھی تابع نہ ہو تو اس کی وجہ سے یہ نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ اُس شخص سے ناراض ہوں۔ہاں اس سلسلہ میں اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے ملت میں اختلاف ہو یا اس بنا پر لوگ آپس میں جھگڑنے لگیں اور اُن میں ناچاقی پیدا ہو جائے تو ظاہر ہے اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ناراضگی کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے؟''(۳۲)

آپ مختلف امثلہ اور حوالے دے کر یہ امر واضح کرتے ہیں کہ مذاہبِ اربعہ اور اُن کے ائمہ مجتہدین کے بارے میں جمہور اہلسنت کا ہمیشہ سے یہی نقطۂ نظر رہا ہے کہ وہ برحق ہیں اور ان میں سے کسی بھی مجتہد اور اُس کے مذہبِ فقہ کی پیروی دراصل حق کی پیروی ہے۔(۳۳)

فقہی فروعی اختلافات کی شدت کے پیش نظر شاہ صاحب کی طبیعت تقلید سے اباء کرنے لگی تھی اور یہ امر جائز بھی ہو سکتا تھا کیونکہ مجتہد کے لیے تقلید روا نہیں ہے۔لیکن حکم ہوا کہ:

''میں فقہ کے یہ جو چار مذاہب ہیں، اُن کا پابند رہوں اور اُن کے دائرہ سے باہر نہ نکلوں اور جہاں تک ممکن ہو، اُن میں موافقت پیدا کروں لیکن اس معاملے میں خود میری اپنی طبیعت کا یہ حال تھا کہ وہ تقلید سے ابا کرتی تھی اور اُسے سرے سے تقلید کا انکار تھا لیکن چونکہ یہ چیز خود میری اپنی طبیعت کے خلاف اطاعت وعبادت کی طرح مجھ سے طلب کی گئی تھی اس لیے مجھے اس سے جائے مفر نہ تھی۔بہر حال اس میں بھی ایک نکتہ ہے،جس کا میں اس وقت ذکر نہیں کرتا لیکن اللہ کے فضل سے میں اس بات کو پا گیا ہوں کہ میری طبیعت کو کیوں مذاہب فقہ کی تقلید سے انکار ہے اور اس کے باوجود مجھے کس لیے مذاہب فقہ کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے؟'' (۳۴)

مذاہبِ اربعہ کی تقلید کے جواز پر اجماع نقل کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''ان هذه المذاهب الاربعة المدوّنة المحرّرة قداجتمعت الامة او مَن يعتد به منها... على جواز تقليدها الٰى يومنا هذا، وفى ذالك مِنَ المصالح مالا يخفى لا سيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جداً و اشربت النفوس الهوى و اعجب كل ذى راى برايه'' (۳۵)

''اُمت محمدیہ یا اُن لوگوں نے، جو اس اُمت میں قابل اعتبار ہیں، اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان مذاہبِ اربعہ کی تقلید، جو مدوّن ہو چکے ہیں اور تحریروں میں آ چکے ہیں، ہمارے زمانے میں جائز ہے۔ان کی تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو (اہل بصیرت پر) مخفی نہیں ہیں، بالخصوص اس زمانہ میں جس میں لوگوں کی ہمتیں جواب دے گئی ہیں اور نفسوں میں خواہشیں جم گئی ہیں اور ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہے۔''

جسے کتبِ حدیث اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار پر تتبع کی قدرت نہ ہو اُسے آپ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک مذہبِ فقہ کی تقلید کو لازم قرار دیتے ہیں۔(۳۶)

شاہ صاحب نے مختلف طرق اور دلائل کے ساتھ یہ حقیقت واضح کرنے کی کامیاب سعی کی ہے کہ مذاہبِ فقہ کی پیروی میں عظیم مصلحت وحکمت پوشیدہ ہے اور ان کو کلی طور پر چھوڑنے میں بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں۔فرماتے ہیں:

''اُمت مسلمہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وہ شرعی احکام کو پہچاننے اور سمجھنے میں سلف پر اعتماد کریں گے اور ان کے عمل اور تشریحات کو حجت جانیں گے چنانچہ نبی کریم ﷺ کے دور سے نہ صرف عامہ مسلمین بلکہ اہل علم نے بھی اسی طریقہ کو اپنایا۔نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس تنہا منبع رشد وہدایت تھی، مہبط وحی تھی، لہٰذا صحابہ کرام انھی کے اقوال واعمال کو نمونہ بناتے۔قرآن مجید نے بھی نبی کریم ﷺ کی مبارک ذات کو نمونۂ عمل بنانے کا حکم دیا تھا۔صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آیا، انھوں نے صحابہ پر بھروسہ کیا۔نبی اکرم ﷺ کی توضیح وتشریح نہ ملی تو صحابہ سے رجوع کیا اور ان کی تشریحات پر اپنے عمل، فیصلے اور فتوے کی بنیاد رکھی۔تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اُن کے علم اور عمل سے راہنمائی حاصل کی۔اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور ہر دور کے علما نے اپنے پیش روؤں کا حوالہ دیا اور اُن کی آراء اور فتاوىٰ کو قابل اعتماد جانا۔

عقل بھی اس روش اور طریقۂ کار کی تحسین وتوثیق کرتی ہے اس لیے کہ شریعت کا علم نقل اور اخذ واستنباط سے ہوا۔نقل کے

قائم اور باقی رہنے کا اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں کہ ہر فرد اپنے پیش رو سے اور ہر طبقہ اپنے سے پہلے طبقہ سے ایک بات کو حاصل کرتا رہے اور کسی مرحلہ پر یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔یہی صورتِ حال اخذ واستنباط میں بھی ضروری ہے۔اگر ایک مجتہد اور مفتی کو قدیم فقہی مسالک کا اور اپنے مسلک سے پہلے علماء اور فقہاء کی آراء کا علم نہ ہوگا تو اس بات کا ڈر ہوگا کہ اُن کی رائے ،فتویٰ یا اجتہاد، متقدمین کے اجماع کو توڑنے کا سبب نہ بن جائے ہر بعد میں آنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے صاحب علم کی آراء اور فتاویٰ پر اپنے قول کی بنیاد رکھے اور کسی مسئلے میں اجتہاد واستنباط کرنا چاہتا ہے تو سلف کے اقوال اور اُن کے اجتہاد واستنباط سے مدد لے۔یہ طریقہ اور اسلوب صرف احکامِ شریعت کے جاننے اور اُن کے فہم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ طریق کار تمام علوم وفنون میں اختیار کرنا پڑتا ہے... اس مشق اور عمل کے بغیر اگر چہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنا ناممکن نہیں ہے لیکن دشوار تر ضرور ہے اور عموماً ایسا ہوتا ہے۔

جب یہ بات طے ہوگئی کہ سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا ضروری ہے تو پھر لازم ہوا کہ:

(i) اُن کے اقوال، فتاویٰ اور آراء صحیح اور معتبر سند کے ساتھ کتب میں مدوّن صورت میں موجود ہوں۔

(ii) اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوا کہ اُن سے منقول اقوال اور آراء کو زیر بحث لایا گیا ہو بایں طور کہ اس کے محتملات میں سے راجح قول کو واضح کر دیا گیا ہو، جہاں ضروری ہو وہاں عام کو خاص اور مطلق کو مقید کر دیا گیا ہو،

(iii) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے احکام کی علتیں بھی بیان کر دی گئی ہوں کیونکہ اُن کے مبہم ہونے کی صورت میں اُن پر اعتماد کرنا ممکن نہیں ہے۔

اب بعد کے ادوار میں رائج شدہ فقہی مذاہب (مذاہبِ اربعہ) کے علاوہ کوئی ایسا فقہی مذہب نہیں ہے جس کی تقلید کی جا سکے سوائے مسلک امامیہ ومسلک زیدیہ کے جو کہ اہل تشیع اور اہل بدعت کے فقہی مسلک ہیں جن کے اقوال اور فتاویٰ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔'' (۳۷)

ائمۂ فقہ کے مابین فقہی فروعی اختلافات کی حیثیت کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فقہاء کے درمیان اکثر اختلاف کی صورتیں بالخصوص ان مسائل میں جن میں صحابہ کرام کے اقوال دونوں جانب ہیں جیسے تکبیراتِ تشریق، تکبیرات عیدین، حالت احرام کا نکاح، ابن عباس اور ابن مسعود کا تشہد، بسم اللہ اور آمین کو آہستہ پڑھنا، اقامت میں (الفاظِ اقامت) دو بار یا ایک بار کہنا وغیرہ، ان میں اختلاف دو اقوال میں سے ایک قول کی ترجیح کا ہے۔اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے قراءت کے الفاظ میں قراء کا اختلاف ہے۔فقہاء نے اس باب کے بیشتر مسائل میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان میں صحابہ کا اختلاف ہے اور سارے صحابہ ہدایت پر ہیں۔'' (۳۸)

۳-مذہبِ حنفی کے بارے میں نقطۂ نظر:

مذہبِ حنفی سے متعلق امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے مابین کمال حد تک مشابہت پائی جاتی ہے اور اس حد تک کہ الفاظ میں بھی مشابہت موجود ہے۔لگتا ہے اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہؒ نے امام شعرانیؒ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد اپنا نقطۂ نظر

قائم کیا ہوگا۔ اور یہ امر بھی نہایت دلچسپ ہے کہ امام شعرانی، شافعی المذہب ہونے کے باوجود فقہِ حنفی کا بھرپور دفاع کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہؒ نے برصغیر میں حنفی المذہب ہونے کے باوجود فقہِ شافعی سے استفادہ واستفاضہ کیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے نہایت عقیدت اور زوردار دلائل کے ساتھ فقہِ حنفی کی فضیلت، اولیت اور عظمت اُجاگر کرنے کی سعی بلیغ کی ہے، مثلاً:

امام شعرانیؒ جملہ مذاہبِ فقہ کے اندراس کے بعد بھی مذہبِ حنفی کے باقی رہنے کے حوالے سے اپنا مشاہدہ اور اہلِ کشف کا مکاشفہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر چشمۂ شریعت پر مطلع ہونے کا احسان فرمایا تو میں نے دیکھا کہ تمام مذاہب (فقہ) اسی چشمہ سے متصل ہیں اور میں نے ائمۂ اربعہ کے مذاہب کی نہروں کو دیکھا کہ وہ چاروں کی چاروں جاری ہیں اور وہ مذاہب جو ختم ہو چکے ہیں ان کی نہریں خشک ہوکر پتھر بن گئی ہیں اور ائمۂ اربعہ میں سب سے طویل نہر امام ابوحنیفہ کی دیکھی پھر اس کے ساتھ بالترتیب امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مذاہب کی نہریں دیکھیں اور سب سے چھوٹی نہر مذہب امام داؤد کی دیکھی جو پانچویں صدی ہجری میں ختم ہو چکا ہے۔ ان نہروں کے طول وقصر کی میں نے یہ توجیہ کی کہ جن مذاہبِ فقہ پر عمل کا زمانہ طویل ہے ان کی نہریں لمبی ہیں اور جن پر عمل کا زمانہ تھوڑا ہے وہ مختصر ہیں۔ پس جس طرح امام ابوحنیفہ کے مذہبِ فقہ کی تدوین سب سے پہلے ہوئی اسی طرح یہ ختم بھی سب سے آخر میں ہوگا اور اہلِ کشف کا بھی یہی قول ہے۔'' (۳۹)

فقہِ حنفی کے علمی دلائل اور کشفِ صحیح کے صحیح امتزاج کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جس نے بھی طعن واعتراض کیا ہے، حس (عقل) اُس کی تصدیق نہیں کرتی۔ بحمداللہ میں نے اپنی کتاب ''ادلۃ المذاہب'' کی تالیف کے وقت آپ کے اور آپ کے اصحاب کے تمام اقوال کا اچھی طرح تتبع کیا ہے چنانچہ میں نے آپ کا اور آپ کے اتباع کا ہر قول یا تو کسی آیت سے مستنبط پایا یا کسی حدیث سے، کسی اثر سے ماخوذ پایا یا اس کے مفہوم سے، کثرتِ طرق والی ضعیف حدیث سے اخذ کردہ پایا یا اصل صحیح پر مبنی قیاس صحیح سے۔'' (۴۰)

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مضامینِ اجتہاد، عقولِ متوسطہ کی دسترس سے ماوراء ہیں اور فقہِ حنفی پر دیگر مذاہبِ فقہ کی نسبت زیادہ طعن واعتراض کی وجہ کوتاہ فکری اور فکرِ نارسا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اور بعض اہلِ تعصب کا امام ابوحنیفہؒ کے متعلق طعن کرنا اور انھیں اہلِ رائے میں شمار کرنا بالکل قابلِ اعتماد نہیں ہے بلکہ اہلِ تحقیق کے نزدیک امام صاحب کے بارے میں اعتراض کرنے والوں کا کلام ہذیان اور لغویات سے مشابہ ہے اور اگر ان طعنہ زنوں کو ائمہ مجتہدین کے مآخذ اور ان کے استنباطات کی باریکیوں کی ذرا برابر بھی معرفت ہوتی تو وہ امام ابوحنیفہؒ کو اکثر اصحابِ اجتہاد پر مقدم رکھتا کیونکہ امام صاحبؒ کے مضامینِ (اجتہاد) عقولِ متوسطہ سے مخفی رہتے ہیں۔'' (۴۱)

امام شعرانیؒ اپنے شیخ حضرت علی خواصؒ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کی اجتہاد میں دقتِ نظری اور فقہِ حنفی کے عمق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مدارک الامام ابی حنیفة دقیقة لا یکاد یطلع علیها الا اهل الکشف من اکابر الاولیا'' (۴۲)

''امام ابوحنیفہؒ کے مضامینِ اجتہاد نہایت دقیق ہیں جن پر صرف اہلِ کشف میں سے اکابر اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔''
امام شعرانی فقہِ حنفی کی عظمت وشوکت کی معرفت کے لیے علم وعمل کے اخلاص کو لازمی شرط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ کے دلائل کا اس طرح تتبع کرو جس طرح ہم نے کیا تا کہ تجھے (اس حقیقت کا) عرفان ہو جائے کہ آپ کا مذہب (فقہِ حنفی) دیگر ائمہ مجتہدین کے مذاہب کی طرح صحیح ترین ہے اگر تیری خواہش ہو کہ تو آپ کے مذہب کی صحت کا اس طرح مشاہدہ کرے جس طرح ابر نہ ہونے کے وقت دوپہر کو سورج کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو تجھے اہل اللہ کے طریق پر چلتے ہوئے علم وعمل میں اخلاص پیدا کرنا چاہیے تا کہ چشمۂ شریعت سے واقف ہو سکے۔''(۴۳)

امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے دلائل کی صحت اور ان کے معتبر ومستند ہونے کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
''اور اسی طرح ہم امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے دلائل کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے ایسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا جو خبرِ واحد ہو اور سوائے ایک طریق کے دوسرے طریق سے کبھی روایت نہ کی گئی ہو جیسا کہ ہم نے اس کا تتبع کیا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے جب کبھی کوئی استدلال کرتا ہے تو یا تو حدیثِ صحیح سے یا حسن یا ایسی ضعیف حدیث سے جس کے طرقِ روایت کثیر ہوں اور کثرتِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہو اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے ساتھ خاص ہو بلکہ اس میں تمام مذاہبِ فقہ شریک ہیں۔''(۴۴)

فقہِ حنفی پر قلتِ احتیاط کے الزام کو تعصب اور کور ذوقی کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے امام شعرانی فرماتے ہیں:
''اور امام ابوحنیفہ کی کثرتِ ورع، دین میں بہت زیادہ احتیاط اور اللہ تعالیٰ سے بے حد خائف ہونے پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔ تو ضروری ٹھہرا کہ آپ کے اقوال بھی آپ کی ذاتی حالت پر محمول ہوں گے اس لیے کہ ہر امام نے اگر کسی امر میں تشدید کی ہے تو دوسرے امر میں اُمت کو سہولت دیتے ہوئے تخفیف کی ہے جیسا کہ ان تمام مذاہب پر عبور کرنے سے خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اگر بالفرض امام ابوحنیفہ کے کسی قول میں کم احتیاط ہو بھی تو اس میں صرف فقہِ حنفی ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ تو جملہ مذاہبِ فقہ میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کو پرکھنا ہو تو تمام ابوابِ فقہ میں ''کتاب الطہارۃ'' سے لے کر آخر ابوابِ فقہ تک پرکھ لو۔ (ان شاء اللہ) میرے اس دعویٰ کے ذرا بھر بھی مخالف نہ پاؤ گے بالخصوص اموال و ابضاع میں۔ کیونکہ ان میں اگر امام مشتری کی جانب سے احتیاط کا لحاظ کرے تو بائع کی جانب سے بے احتیاطی ہوتی ہے اسی طرح اس کے برعکس۔ اور اگر زوج کی طرف سے احتیاط کا اعتبار کر کے وقوعِ طلاق کا قائل ہوتا ہے تو دوسرا شخص جو بعد میں اس مطلقہ سے نکاح کرے گا اس کے حوالے سے بے احتیاطی ہوگی اور اسی طرح اس کے برعکس۔ وہ تمام مسائل، جن میں ائمہ مجتہدین کا باہمی اختلاف ہے، اسی پر قیاس کر لو۔''(۴۵)

امام شعرانی نے اس غلط فہمی کا بھی نہایت بلیغ رد کیا ہے کہ مذہبِ حنفی میں احتیاط کم ہے۔ آپ کے نزدیک یہ قلتِ احتیاط نہیں بلکہ اُمت کے حق میں تسہیل وتیسیر ہے اور حکمِ نبوی ﷺ کے مصداق مستحسن ومطلوب ہے۔ فرماتے ہیں:
''پھر جسے معترض امام ابوحنیفہ کی قلتِ احتیاط قرار دے رہا ہے وہ قلتِ احتیاط نہیں بلکہ وہ حقیقت میں وہ بہ اتباعِ نبوی ﷺ امت پر تسہیل وتیسیر ہے کیونکہ آپ ﷺ حکم فرمایا کرتے تھے: ''تیسیر کیا کرو، سختی نہ کیا کرو۔'' یعنی کہ ہر وہ امر جس کے

بارے میں شریعت نے صراحت نہ کی ہو، اُس میں نرمی کرو۔ کیونکہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے تصریح کردی ہے تو اُس میں تو کسی پر کبھی بھی تنگی اور مشقت ہو ہی نہیں سکتی۔ تو اس میں بھی، جس کے متعلق شارع ﷺ کے دو برابر حکم موجود ہوں، شریعت کے دونوں مرتبے، تشدید و تخفیف جاری ہوں گے۔''(۴۶)

امام ابوحنیفہ کے اکثر قیاس جلی ہیں اور مذہبِ حنفی میں زیادہ تر نص کو قیاس پر مقدم کیا گیا ہے، فرماتے ہیں:

''یہ کہ امام ابوحنیفہ کے اکثر قیاس جلی ہیں جن کے ذریعے فرع (یعنی مقیس) کا اصل (یعنی مقیس علیہ) کے ساتھ اس طرح موافق ہونا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں (یعنی اصل اور فرع) میں افتراق یا نقص کا احتمال بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً چوہے کے سوا ہر مردار جانور جب گھی میں گر جائے تو اس کو اُس چوہے پر قیاس کیا ہے جو گھی کے علاوہ دیگر بہنے والی (مائعات) اور پھر جم جانے والی (جامدات) چیزوں میں گر جائے اور مثلاً غیر جاری پانی میں پاخانہ گرنے کو اس کے اندر پیشاب (بول) گرنے پر قیاس کیا ہے اور اسی طرح دیگر مثالیں۔ ہماری بیان کردہ سابق تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ جس شخص نے امام ابوحنیفہ کے کسی قول پر اعتراض کیا ہے جیسے امام فخر الدین رازی نے، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس شخص پر امام ابوحنیفہ کے فرمودہ مضامینِ اجتہاد مخفی رہے اور میں نے بحمد اللہ تعالیٰ ان مسائل کا بھی تتبع کیا ہے جن کے اندر امام صاحب کے تلامذہ نے قیاس کو نص پر مقدم کیا ہے تو وہ بھی میں نے بہت کم پائے اور اس کے علاوہ باقی تمام مذہب (فقہِ حنفی) میں نص کو قیاس پر مقدم کیا گیا ہے۔''(۴۷)

۲- شاہ ولی اللہؒ نے جملہ مذاہبِ فقہ کی علمی جلالت اور عظمت و شوکت کے اعتراض کے ساتھ فقہِ حنفی کی تقلید کے غیبی حکم اور مذہبِ حنفی کی دیگر مذاہبِ فقہ پر ترجیح کے حوالے سے نہایت بلیغ تصریحات کی ہیں، مثلاً:

شاہ ولی اللہؒ چونکہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور آپ صرف فقہِ حنفی کے ہی عالم نہ تھے بلکہ جملہ مذاہبِ فقہ بالعموم اور مذہبِ حنفی و شافعی کے بالخصوص مستدلات اور دلائل و براہین پر گہری نظر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے صحیح بخاری کا وہ نسخہ، جو شاہ صاحب کے حلقۂ درس میں رہا ہے اور اُس پر شاہ صاحب کے دستِ خاص کا اجازت نامہ ثبت ہے، اُس کے آخر میں شاہ صاحب نے یہ الفاظ رقم کیے ہیں:

''کتبه بيده الفقير الٰى رحمة الله الكريم الودود ولى الله بن عبدالرحيم بن وجيه الدين بن معظم... العمرى نسبًا، الدهلوى وطنًا، الاشعرى عقيدة، الصوفى طريقة، الحنفى عملاً، والحنفى والشافعى درسًا...''(۴۸)

شاہ صاحب، فقہِ حنفی کی تقلید کے غیبی حکم اور مذہبِ حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے اجتہادات کے مابین تطبیق کے مثالی طریقہ کے منکشف ہونے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اور اس کے ساتھ ساتھ تمہارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فروعات میں اپنی قوم کی ہرگز مخالفت نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا ارادۂ الٰہیہ کے خلاف ہے بعد ازاں اس سلسلہ میں مجھ پر ایک مثالی طریقہ منکشف ہوا جس سے مجھے سنت اور فقہِ حنفی میں تطبیق دینے کی کیفیت معلوم ہوئی اور وہ اس طرح کہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ میں سے جس کا قول سنت سے قریب ہو، میں اُس قول کو اختیار کروں اور جن اُمور کو انھوں نے عام رہنے دیا ہے، میں اُن کی تخصیص کردوں اور مسائل فقہ مرتب

کرنے میں جو مقاصد ان بزرگوں کے پیش نظر تھے اُن سے واقفیت حاصل کروں اور سنت سے جو عام مفہوم متبادر ہوتا ہے میں اُس پر انحصار کروں اور اس معاملہ میں نہ تو دور از قیاس تاویل سے کام لیا جائے اور نہ ایک حدیث کو دوسری حدیث سے ٹکرانے کی نوبت آئے اور نہ اُمت کے کسی فرد کے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث کو ترک کیا جائے۔ سنت اور فقہِ حنفی میں باہم مطابقت دینے کا یہ طریقہ ایسا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس طریقہ کو پورا فرما دے تو یہ دین کے حق میں کبریت احمر اور اکسیر اعظم ثابت ہو۔'' (۴۹)

فقہِ حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے اجتہادات کے مابین تطبیق کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے حنفی مذہب کے ایک بڑے اچھے طریقے سے مجھے آگاہ فرمایا اور مذہب حنفی کا یہی طریقہ، اُن مشہور احادیث سے، جو امام بخاری اور اُن کے اصحاب کے زمانے میں جمع کی گئیں اور اُن کی اس زمانے میں جانچ پڑتال بھی ہوئی، موافق ترین ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال میں سے وہ قول لیا جائے جو زیر بحث مسئلہ میں مشہور احادیث سے سب سے زیادہ قریب ہو اور پھر اُن فقہائے احناف کے فتاویٰ کی پیروی کی جائے، جو علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں ساتھی، جہاں تک اُن چیزوں کے اصول کا تعلق تھا، وہ اس معاملے میں خاموش رہے لیکن اُن کی نفی بھی نہیں کی لیکن ہمیں ایسی احادیث ملتی ہیں، جن میں ان چیزوں کا ذکر ہے اس حالت میں ان چیزوں کا اثبات ظاہر ہے لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ اعمال اور احکام میں اس روِش کو اختیار کرنا بھی مذہب حنفی میں داخل ہے۔'' (۵۰)

مذاہب فقہ کے دو معانی کے اعتبار سے حق ہونے کے پہلو کو واضح کرنے کے بعد معنیِ دقیق کے اعتبار سے فقہِ حنفی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

مذاہب دو معانی کے اعتبار سے حق ہوتے ہیں:

الف-معنیٰ جلّی:

کسی مذہب کے حق ہونے کے ''معنیِ جلّی'' یہ ہیں کہ اس مذہب کے احکام:

۱- ایک تو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، آپ ﷺ کے اُن ارشادات کے اصل مقصود کے مطابق ہوں۔

۲- دوسرے رسول اللہ ﷺ کے بعد کا وہ زمانہ، جس کے مشہود بالخیر (۵۱) ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اس مذہب فقہ کے احکام اُس طریقے کے مطابق ہوں۔

۳- اگر کوئی فقہی مسئلہ ایسا ہے جس کے متعلق نہ تو کوئی نصِ قرآنی موجود ہو اور نہ کوئی حدیث تو اس مسئلے کے حق ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ اس ضمن میں تمام قرائن اس امر پر دلالت کریں کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس مسئلے پر گفتگو فرماتے تو ظنِ غالب یہی ہے کہ آپ ﷺ اس کے علاوہ کچھ نہ فرماتے۔

۴- پھر فقہ کے اس مسئلے کے استخراج و استنباط میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ نصوص سے استخراج اور استنباط کی وجہ ظاہر اور واضح ہو کہ اسالیب کلام سے واقف اور احکامِ شرع میں شارع علیہ السلام کے پیش نظر جو مقاصد تھے، اُن کا

جاننے والا اس مسئلے کو دیکھے تو اس کو اس مسئلے کے طریقۂ استخراج و استنباط کے صحیح ہونے پر شک نہ گزرے بلکہ اُس کی صحت پر یقین ہو جائے۔

ب-معنیِ دقیق:

کسی بھی مذہب فقہ کے حق ہونے کے دقیق معنی یہ ہیں کہ کبھی وہ عنایتِ الٰہی، جس کا کام ملّتِ حقہ کا حفاظت کرنا ہے، خاص اسباب کی بنا پر کسی خاص مذہب کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوتی ہے یا تو اس وجہ سے کہ

(i) اس زمانہ میں اسی مذہب کے محافظ ملت کی مدافعت کے لیے کمر بستہ ہوں یا

(ii) کسی جگہ اُن کا شمار ہی حق و باطل کے درمیان فارق ہو ایسی صورت میں وہ مذہب اس دقیق معنی کے اعتبار سے حق ہو جاتا ہے۔(۵۲)

شاہ صاحب مزید توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الغرض کسی ملت یا مذہب کے حق ہونے کے جو دو پہلو ہیں تو جہاں تک ان معانی کے جلی پہلو کا تعلق ہے اس تک تو ''راسخین فی العلم'' کا گروہ اپنے علم کے ذریعہ اور اہلِ استنباط اپنے استنباط سے پہنچ جاتے ہیں لیکن جو ان معانی کا دقیق پہلو ہے اس تک تو صرف ''نورِ نبوت'' کی مدد سے ہی رسائی ممکن ہے اور اس ''نورِ نبوت'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس تدبیر الٰہی کے احکام کا، جس کے زیر تصرف سارے کے سارے انسان ہیں، انکشاف ہوسکتا ہے اور چونکہ نورِ نبوت کا حصول عام چیز نہیں ہے اس لیے یہ پہلو جلّی نہیں بلکہ دقیق ہے اور اس پر دور ہی سے نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اب ہم ایک اور بات کہتے ہیں۔ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک عمیق راز ہے چنانچہ میں اس عمیق راز کو برابر غور سے دیکھتا رہا اور میں نے دیکھا کہ کسی مذہب کے حق ہونے کا جو دقیق پہلو ہے، اس کے لحاظ سے آج اس زمانے میں حنفی مذہب کو باقی سب مذاہب پر ترجیح حاصل ہے گو بعض دوسرے مذاہب فقہ معنیِ جلّی کے اعتبار سے اس پر ترجیح رکھتے ہیں۔ میں نے اس ضمن میں اس بات کا بھی مشاہدہ کیا کہ حنفی مذہب کا یہی وہ عمیق راز ہے جس کو ایک صاحب کشف کسی حد تک ادراک کرتا ہے اور اپنے اسی ادراک کی بنا پر حنفی مذہب کو باقی تمام مذاہب فقہ پر ترجیح دیتا ہے۔ کبھی کبھی اس صاحب کشف کو اس امر کا بھی الہام ہوتا ہے کہ وہ مذہب حنفی کا سختی سے پابند ہو اور کبھی یہ صاحب کشف رؤیا میں کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جو اُسے مذہب حنفی کے اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے بہر حال اس مسئلے کی حقیقت وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کردی۔ تمھیں چاہیے کہ اس حقیقت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس پر خوب غور و تدبر کرو۔''(۵۳)

۴-میزان کا عطا ہونا:

مذاہبِ فقہ کے مابین اختلافات کی حقیقت تک رسائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک میزان عطا فرمایا۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱- امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ ۹۴۷ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے تو حجر اسود کے پاس میزاب رحمت کے نیچے اللہ تعالیٰ سے ازدیادِ علم کا سوال کیا تو کسی کہنے والے کو فضا میں یہ کہتے ہوئے سنا:

"اما یکفیک انا اعطیناک میزانا تقرربها سائر اقوال المجتهدین و اتباعهم الی یوم القیامة لا تری لها ذائقا من اهل عصرک؟ فقلت حسبی و استزید ربی" (۵۴)

"کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھے ایسا میزان عطا کیا کہ جس کے ذریعے تمام مجتہدین اور قیامت تک آنے والے اُن کے اتباع کے تمام اقوال کو (حق) ثابت کر سکتے ہو۔ لیکن یہ میزان تیرے معاصرین کے مذاق کے خلاف ہوگا تو میں نے عرض کیا کہ میرے لیے یہ کافی ہے لیکن میں اپنے پروردگار سے مزید انعامات کا خواستگار ہوں۔"

امام شعرانی اس حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

"میں نے اس میزان کو سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام سے علمی، ایمانی اور تعلیمی حیثیت سے حاصل کیا، پھر میں نے اپنے مرشد حضرت علی خواصؒ سے سلوک طے کرنا شروع کیا یہاں تک کہ میں سرچشمۂ شریعت پر بطریق ذوق وکشف مطلع ہو گیا، اور ایسا یقین حاصل ہوا کہ اس میں کچھ بھی شک نہ رہا۔" (۵۵)

۲- شاہ صاحب چونکہ ہر فقہی مذہب کے مطابق بھی افتاء جاری فرماتے تھے اور جب آپ سے خواجہ محمد امین نے آپ کے فقہی مذہب کے حوالے سے یہ سوال کیا "آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ برکدام مذہب است" تو شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بقدر امکان جمع ے کنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم وصلوٰۃ ووضو وغسل وحج بوضع واقع میشود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر راجح با قوئ مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیث عمل می نمایم وخدا تعالیٰ ایں قدر علم دادہ است کہ فرق درمیان ضعیف وقوی کردہ شود، ودر فتوئ بہ حال مستفتی کاری کنم، مقلد ہر مذہبے کہ باشد اوراز ہماں مذہب جواب می گویم، خدا تعالیٰ، ہر مذہبے از یں مذاہب مشہورہ معرفتے دادہ است الحمد للہ تعالیٰ" (۵۶)

"روزہ، نماز، وضو، غسل اور حج جیسے مسائل میں بقدر امکان مذاہبِ مشہورہ کے درمیان جمع وتطبیق کرتا ہوں کیونکہ تمام اہلِ مذاہب اس بارے میں صحیح علم رکھتے ہیں اور جب تطبیق دشوار ہوتی ہے تو از روئے دلیل اور صریح حدیث کے موافق جو قوی مذہب ہو اُسے اختیار کرتا ہوں، خدا تعالیٰ نے اس قدر علم عطا فرمایا ہے کہ قوی وضعیف کے درمیان فرق کر سکوں اور فتویٰ دینے میں، میں فتویٰ لینے والے کی حالت کا خیال رکھتا ہوں کہ جس مذہب کا مقلد ہو اُسی مذہب کے مطابق جواب دیتا ہوں، خدا تعالیٰ نے مذاہب مشہورہ میں سے ہر مذہب کے متعلق اتنی معرفت دے دی ہے (کہ جس کی روشنی میں ہر مذہب کے مقلد کو اس کے سوال کا جواب دے سکوں) الحمد للہ تعالیٰ۔"

مندرجہ بالا اُمور اربعہ کے تقابلی سے درج ذیل اُمور واضح ہوتے ہیں:

۱- امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ دونوں حضرات تبحر علمی، وسعتِ مطالعہ، مشاہدہ ومکاشفہ، نورِ نبوت سے استفادہ، قربِ رسالت جیسے بیش بہا انعاماتِ الٰہیہ اور فیوضاتِ نبویہ ﷺ سے بہرہ ور ہونے میں مشابہ اور مشترک ہیں۔

۲- شریعت وطریقت کی جامعیت میں امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ اپنی مثال آپ ہیں۔

۳- امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ، ائمہ مجتہدین کے نہ صرف برسرِ ہدایت ہونے کے معترف ہیں بلکہ اُن کے علوّ مرتبت، اجتہادی واستنباطی شان، وسعت وجلالتِ علمی اور زہد وورع کے قائل اور مبلغ بھی ہیں۔

۴- اُن کے نزدیک ائمہ مجتہدین کی طرح اُن کی طرف منسوب مذاہب فقہیہ میں سے کسی بھی مذہب فقہ کی پیروی حق کی پیروی ہے اور کسی بھی مذہب فقہ کا انکار حق کا انکار ہے۔

۵- یہ کہ ائمہ مجتہدین کے مابین اختلافات، اُصولِ دین میں اختلافات نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں اور یہ مستحسن ومطلوب ہیں اور صحابہ کرام کے زمانے سے چلے آرہے ہیں اور ان میں اُمت مسلمہ کے لیے تسہیل اور تیسیر ہے۔

۶- مذہب حنفی کے حوالے سے امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ کے افکار ونظریات میں مماثلت کے ساتھ ساتھ اسلوب اور الفاظ میں بھی مماثلت نظر آتی ہے اور یہ کہ فقہِ حنفی جملہ مذاہبِ فقہ کے بعد بھی قیامت تک قائم رہے گا اور معنی عمیق اور دقیق ہونے کے اعتبار سے اسے جملہ مذاہبِ فقہ پر فضیلت حاصل ہے۔

۷- اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فقہی اختلافات کی حقیقت اور ان کے مابین جمع وتطبیق کے حوالے سے امام شعرانی اور شاہ ولی اللہؒ کو ایک خاص ''میزان'' اور ''ملکہ'' عطا فرمایا۔ جس کی روشنی میں وہ افتاء جاری کرتے تھے۔

۸- اپنے اساتذہ ومشائخ کے سوانح حیات، اپنے اوپر ہونے والے انعاماتِ الٰہیہ اور فیوضاتِ نبوی ﷺ تحریر کرنے اور مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق وتوافق کے ذریعے اجتماعی تدوین کی طرف عملی اقدامات کرنے کے حوالے سے امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے مابین کمال مشابہت پائی جاتی ہے۔

۹- امام عبدالوہاب شعرانی کو چونکہ ''شرفِ تقدم'' حاصل ہے اس لیے لامحالہ طور پر یہ حقیقت بھی تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نہ صرف امام عبدالوہاب شعرانیؒ سے شدید متاثر ہیں بلکہ اُن کے افکار ونظریات کو اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کر کے فقہی فروعی اختلافات کو کم کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔

۱۰- عصرِ حاضر میں امام عبدالوہاب شعرانی اور شاہ ولی اللہ کے فقہی فروعی اختلافات سے متعلق معتدل ومتوازن، قرآن و سنت سے ہم آہنگ اور اسلاف کے تعامل کے عین مطابق، افکار ونظریات سے استفادہ کر کے نہ صرف فرقہ وارانہ شدت پسندی میں کمی کی جاسکتی ہے بلکہ اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف پیش قدمی ممکن بنائی جاسکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱- الشعرانی،عبدالوہاب،المنن الکبریٰ،بیروت:دارالکتب العلمیۃ،ط-۲(۱۴۲۰ھ)،ص۵۶،۵۷۔(ملخصاً)
۲- ایضاً،ص۷۱۔
۳- ایضاً،ص۷۲۔
۴- الشعرانی،عبدالوہاب،المیزان الکبریٰ،بیروت:دارالکتب العلمیۃ،(۲۰۰۹ء)،۱/۲۷،۲۸۔(ملخصاً)
۵- ایضاً،۱/۸،۹۔(ملخصاً)
۶- انورشاہ کشمیری،علامہ،فیض الباری شرح صحیح بخاری،۱/۲۰۴۔
۷- الشعرانی،المنن الکبریٰ،ص۲۳۲۔
۸- ایضاً،ص۸۰۔
۹- پھلتی،محمد عاشق،"القول الحلی فی ذکر آثار الولی"،(قلمی)،انڈیا،محفوظہ کتب خانہ خانقاہ کاظمہ کاکوری،بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت،۵/۹۸۔
۱۰- شاہ ولی اللہ،"الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف"،مشمولہ"انفاس العارفین"،س ن،ص۲۰۳۔
۱۱- ندوی،ابوالحسن علی،تاریخ دعوت وعزیمت،کراچی:مجلس نشریاتِ اسلام،۵/۱۰۲،۱۰۳۔
۱۲- نسیم احمد فریدی،نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ(ترجمہ وتحقیق)،لاہور،ادارہ ثقافت اسلامیہ،ط-۱،(۱۹۹۹ء)،ص۱۱۶-۱۱۷۔
۱۳- شاہ ولی اللہ،فیوض الحرمین(سترھواں مشاہدہ)،دہلی،مطبع مجتبائی،(س ن)،ص۵۶-۵۵۔
۱۴- ایضاً،(اٹھارواں مشاہدہ)،ص۵۶۔
۱۵- ایضاً،(دسواں اور بارہواں مشاہدہ)،ص۳۵-۳۶،۵۰-۵۱۔(ملخصاً)
۱۶- المیزان الکبریٰ،۱/۹۔
۱۷- ایضاً،۱/۹۔
۱۸- ایضاً،۱/۳۰۔
۱۹- ایضاً،۱/۸۲۔
۲۰- صحیح البخاری،کتاب التوحید،باب قول اللہ تعالیٰ"ولقد یسرنا القرآن"۔
۲۱- المیزان الکبریٰ،۱/۱۱۔
۲۲- ایضاً،۱/۳۸۔
۲۳- ایضاً،۱/۲۷،۲۸۔
۲۴- ایضاً،۱/۵۔
۲۵- ایضاً،۱/۴۴۔
۲۶- محولہ بالا۔
۲۷- ایضاً،۱/۱۱۔
۲۸- حجۃ اللہ البالغۃ،۱/۴۱۹۔

۲۹- (i)شاہ ولی اللہ،مصفّی شرح المؤطا،کراچی،محمد علی کارخانہ اسلامی کتب،(س ن)،۱/۳۔(ii)حجة اللّٰه البالغة،۱/ ۳۵۸۔
۳۰- شاہ ولی اللہ،الخیر الکثیر،ڈابھیل،انڈیا،مجلس علمی،(۱۳۵۲ھ)،ص۱۲۴۔
۳۱- حجة اللّٰه البالغة،۱/۴۳۲۔
۳۲- فیوض الحرمین (دسواں مشاہدہ)،ص۳۵-۳۸۔
۳۳- (i) شاہ ولی اللہ،الانصاف فی بیان سبب الاختلاف،لاہور،ہیئة الاوقات بحکومت المنجاب، ط-۱، (۱۹۷۱ء)،ص۶۴-۶۵،
(ii) حجة اللہ البالغة،۱/ ۴۵۵،۴۵۶۔
۳۴- فیوض الحرمین (تینتیسواں مشاہدہ)،ص۷۹۔
۳۵- حجة اللّٰه البالغة،۱/۴۴۲۔
۳۶- شاہ ولی اللہ،همعات (همعة ۳)،سندھ،شاہ ولی اللہ اکیڈمی،ط-۱(س ن)،ص۲۲۔
۳۷- شاہ ولی اللہ،عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید،مطبع مجتبائی،(۱۳۴۴ھ)،ص۳۱-۳۳۔
۳۸- (i)حجة الله البالغة،۱/۵۵۴۔(ii)الانصاف فی بیان سبب الاختلاف،ص۶۳۔
۳۹- المیزان الکبری،۱/۳۸۔
۴۰- ایضاً،۱/۷۸۔
۴۱- ایضاً،۱/۸۹۔
۴۲- ایضاً،۱/۷۶۔
۴۳- ایضاً،۱/۸۵۔
۴۴- ایضاً،۱/۸۵۔
۴۵- ایضاً،۱/۸۶۔
۴۶- محولہ بالا۔
۴۷- ایضاً،۱/۸۱۔
۴۸- مسعود عالم ندوی (تعارف)،الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر)،ص۲۴۷ومابعد۔
۴۹- فیوض الحرمین (اکتیسواں مشاہدہ)،ص۷۷۔
۵۰- ایضاً،(انیسواں مشاہدہ)،ص۵۹-۶۰۔
۵۱- یعنی خلافت راشدہ کا زمانہ،جس میں اُمت متحد و متفق رہی۔
۵۲- فیوض الحرمین (چھیالیسواں مشاہدہ)،ص۱۳۰۔
۵۳- ایضاً،(چھیالیسواں مشاہدہ)،ص۱۳۰-۱۳۱۔
۵۴- المیزان الکبری،۱/۲۸۔
۵۵- ایضاً،۱/۲۷۔
۵۶- شاہ ولی اللہ،''مکتوبات''لاہور،المکتبة السلفیة،(۱۹۹۹ء)،ص۴۸۔